AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL

AL-HAYAT Research Journal

HJRS HEC Journal Recognition System

Category Y

ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

Volume 3 Issue 3 (April-June 2026)

عصرِ حاضر میں اولاد کی تعمیرِ سیرت اور والدین وسماج کا کِردار: قرآنی تعلیمات کا مطالعہ

Character Building of Children and the Role of Parents and Society in the Present Era: Study of Quranic Teachings

Naimat Ullah Khan

PhD Scholar, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

Email:naimatmphil@gmail.com

https://orcid.org/0009-0008-9631-7681

Prof.Dr Hafiz Iftikhar Ahmad

Professor, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.

Email:iftikhar.ahmad@iub.edu.pk

Abstract

The character building of children is a fundamental responsibility of parents, families and society, as emphasized in the Qur'anic teachings. In the contemporary era, rapid social transformation and increasing exposure to modern influences have made the process of moral and spiritual upbringing more complex than ever before. This study explores the Qur'anic perspective on child development, focusing on the role of parents and society in shaping the ethical, intellectual and spiritual personality of children. The research highlights that the Qur'an provides a comprehensive framework for upbringing based on faith, moral discipline, responsibility and balanced development. It further examines the impact of parental behavior, family environment and social structures on the formation of children's character. The study also discusses the classification of children's mental abilities and the importance of individualized attention in education and training. Drawing upon Qur'anic injunctions, Hadith literature, and classical Islamic scholarly works, this paper emphasizes that effective character building requires cooperation between parents, educational institutions and society. The findings suggest that adherence to Qur'anic principles ensures the development of a morally sound and socially responsible generation capable of meeting contemporary challenges.

Keywords: *Qur'anic Teachings, Character Building, Child Upbringing, Parents' Role, Social Responsibility, Ethical Training*

تعارف:۔

اولاد کی تعمیرِ سیرت انسانی معاشرے کی بقا، ترقی اور فکری استحکام کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر تہذیب اور ہر معاشرہ اپنی آنے والی نسلوں کی درست تربیت کو اپنی بقا کی ضمانت سمجھتا ہے لیکن اسلام نے اس تصور کو محض سماجی ضرورت کے بجائے ایک دینی اور اخلاقی فریضہ قرار دیا ہے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر والدین، اولاد اور معاشرے کے باہمی تعلق کو نہایت واضح اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے جس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسان کی شخصیت کی تشکیل ایک مسلسل عمل

CC BY

ہے جو گھر، تعلیمی ادارے اور سماجی ماحول کے امتزاج سے مکمل ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم اولاد کو اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور ساتھ ہی ایک آزمائش کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اولاد کی محبت انسانی فطرت کا حصہ ہے مگر اس محبت کے ساتھ ذمہ داریوں کا بوجھ بھی شامل ہے۔ قرآن میں انبیائے کرامؑ کی دعاؤں کا ذکر ملتا ہے جن میں صالحؑ کی دعا، حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت زکریاؑ کی فریاد ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ صالح نسل کی تربیت ایک دینی مقصد اور انبیائی مشن کا حصہ رہی ہے۔

عصرِ حاضر میں اولاد کی تربیت پہلے کے مقابلے میں زیادہ پیچیدہ ہو چکی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ، سوشل میڈیا اور تیز رفتار ٹیکنالوجی نے بچوں کی ذہنی اور اخلاقی تشکیل پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ ایک طرف یہ وسائل علم و آگاہی کے نئے دروازے کھولتے ہیں تو دوسری طرف اخلاقی کمزوری، وقت کے ضیاع اور فکری انتشار جیسے مسائل بھی پیدا کرتے ہیں۔ اس صورتحال میں قرآنِ مجید کی تعلیمات ایک مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہیں جو فرد کو اعتدال، توازن اور اخلاقی پختگی کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ہر بچہ مختلف ذہنی اور فکری صلاحیتوں کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ بعض بچے ذہین، بعض متوسط اور بعض نسبتاً کمزور ذہنی صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ اس تنوع کو سمجھنا اور ہر بچے کے مطابق تربیتی حکمت عملی اختیار کرنا اسلامی تعلیمات اور جدید تعلیمی اصولوں دونوں کے مطابق ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ والدین اور اساتذہ پر لازم ہے کہ وہ ہر بچے کی انفرادی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی تربیت کریں تاکہ وہ اپنی مکمل صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکے۔

قرآنِ مجید والدین کو اپنی اولاد کی تربیت کے حوالے سے واضح ہدایات دیتا ہے جن میں ایمان، عبادت، اخلاق اور معاشرتی ذمہ داریوں کی تعلیم شامل ہے۔ اسی طرح والدین کے رویے کا بچوں کی شخصیت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ ایک ذمہ دار اور متوازن گھریلو ماحول بچے کی شخصیت کو مثبت سمت میں لے جاتا ہے، جبکہ عدم توجہی اور غلط طرزِ عمل بچوں میں بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ معاشرہ بھی فرد کی تربیت میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے کیونکہ انسان اپنی فکری اور اخلاقی نشوونما میں اپنے اردگرد کے ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ یہ مطالعہ قرآنِ مجید کی روشنی میں اس امر کا جائزہ پیش کرتا ہے کہ والدین اور معاشرہ کس طرح مل کر بچوں کی شخصیت سازی میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس تحقیق کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ قرآنی اصولوں پر مبنی تربیت نہ صرف فرد کی اخلاقی اصلاح کرتی ہے بلکہ ایک صالح اور متوازن معاشرے کی تشکیل میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

معتدل بچے اور ان کی تربیت میں والدین و تعلیمی اداروں کا کردار:۔

معتدل بچے وہ ہیں جو جذباتی، اخلاقی اور فکری طور پر توازن کے ساتھ پروان چڑھتے ہیں اور معاشرے میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی تربیت میں والدین اور تعلیمی اداروں کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ والدین بچے کی پہلی درسگاہ ہوتے ہیں جہاں اس کی شخصیت کی ابتدائی تشکیل ہوتی ہے۔ گھر کا ماحول، والدین کا طرزِ گفتگو، اخلاقی رویہ اور باہمی تعلقات بچے کے ذہن اور کردار پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اگر والدین محبت، برداشت، دیانت اور اعتدال کا مظاہرہ کریں تو بچے میں بھی یہی اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح تعلیمی ادارے بچے کی فکری اور سماجی تربیت کو منظم انداز میں پروان چڑھاتے ہیں۔ اساتذہ نہ صرف علمی رہنمائی فراہم کرتے ہیں بلکہ کردار سازی میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ نصابِ تعلیم اگر اعتدال، رواداری اور اخلاقی اقدار پر مبنی ہو تو بچے میں متوازن سوچ پیدا ہوتی ہے۔ والدین اور اساتذہ کے درمیان مضبوط رابطہ بچے کی بہتر تربیت کو یقینی بناتا ہے۔ اس طرح گھر اور سکول دونوں مل کر ایک ایسے معتدل بچے کی تشکیل کرتے ہیں جو مستقبل میں ذمہ دار شہری ثابت ہوتا ہے۔

اگر فطرت خداوندی کو دیکھا جائے تو ہر شادی شدہ جوڑے میں یہ خواہش رکھی گئی ہے کہ شادی کے بعد وہ اولاد جیسی نعمت کا اپنے آنگن میں بسیرا دیکھنے کے لیے بے چین ہوتے ہیں۔ انبیاء نے بھی دعائیں مانگیں اور باقاعدہ طور پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو نیک اولاد کے حصول سے متعلق دعائیں بھی سکھائیں جن کا گواہ قرآن بھی ہے۔ اولاد تو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تحفہ اور آزمائش بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولا کے حصول کے لیے قرآن میں بہت سے مقامات پر دعائیں سکھائی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: ﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۱۰۰﴾[1]۔ ﴿وَزَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰی رَبَّه رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ۸۹﴾[2]۔ ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّه قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةًۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۳۸﴾[3]۔

CC BY

ان آیات مبارکہ سے ہم اولاد کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خدا بزرگ و برتر بھی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ہم اس سے اولاد کے حصول کے لیے دعائیں کریں اور وہ ہمیں نیک اولاد عطا کرے۔ اولاد کا ہونا ایک نعمت اور خوشی ہے۔ اگر اولاد نیک ہو تو وہ والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنتی ہے اور قیامت کے دن باعث نجات ہو گی۔ اولاد ایک عظیم نعمت ہے اور اس نعمت کی قدر وہ لوگ زیادہ جانتے ہیں جو اس کے طلب گار ہیں۔

معتدل بچے:۔

راقم کے تحقیقی مضمون میں معتدل بچوں سے مراد وہ بچے ہیں جو جسمانی طور پر تندرست ہیں لیکن ذہنی طور پر ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان میں ایسے بچوں کا شمار ہوتا ہے جو دینی یا عصری تعلیمی اداروں میں زیرِ تعلیم ہیں لیکن ذہنی طور پر ان کی سطح مختلف ہے۔ ان بچوں کو ذہنی اختلافات کی وجہ سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔

ا۔ ذہین و فطین بچے: ذہین و فطین بچوں کا شمار ایسے بچوں میں ہوتا ہے جو اپنی عمر سے زیادہ کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایسے بچے حالات و واقعات کو بہتر سے سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کی طاقت دوسرے بچوں کی نسبت زیادہ رکھتے ہیں۔

۲۔ متوسط بچے:۔ متوسط بچوں کا شمار ایسے بچوں میں ہوتا ہے جو کہ اکثریت کے شانہ بشانہ چلتے ہیں۔ ایسے بچے زندگی کے ہر میدان میں معتدل رہتے ہیں اور اوسط کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر ان بچوں کو والدین اور معاشرہ کسی قسم کی ناقص کارکردگی پر بھی حوصلہ افزائی کرے گا تو ایسے بچے کامیابیوں سے ہمکنار ہوں گے۔ اس کے برعکس اگر انہیں بے عزت کیا جائے گا تو وہ بددل ہو جائیں گے ناکامی کے خوف سے محنت کرنے سے گھبرائیں گے۔[4]

۳۔ کند ذہن یا کم عقل بچے:۔ کند ذہن بچوں کا شمار ایسے بچوں میں ہوتا ہے جو حالات کو سمجھنے میں دشواری کا سامنا کرتے ہیں۔ یہ بچے خود سے کوئی کام نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی آسانی سے کوئی بات سمجھ سکتے ہیں۔

والدین کا رویہ اور اولاد کی تربیت:۔

اسلامی تعلیمات میں جہاں والدین کے ساتھ حسن و سلوک کا حکم دیا گیا ہے وہیں اولاد کے حقوق بھی بیان کیئے گئے ہیں اولاد کی تربیت کے معاملہ میں والدین کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں جو ماہرینِ تعلیم نے بیان کی ہیں۔ ان دو اقسام کی وضاحت یہ ہے۔

ا۔ بے پرواہ والدین:۔ سب سے پہلے ایسے والدین آتے ہیں جو بالکل ہی اپنی اولاد سے قطع تعلق ہوتے ہیں۔ یہ والدین بچوں کی راہنمائی میں بہت کم دلچسپی رکھتے ہیں اور اُنہیں اپنے حال پہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر والدین صحیح طور پر اولاد کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں تو جہاں پر والدین کی توقعات اور خواہشات پوری ہو سکتی ہیں وہیں وہ معاشرے کے لیے بھی مفید فرد ثابت ہو سکتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے: " لَأَنْ يُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ ۔"[5] ترجمہ: ایک آدمی کے لیے اپنے بچے کی تربیت کرنا صدقہ میں ایک صاع غلہ دینے سے بہتر ہے۔

اگر اولاد کی تربیت اچھی نہ ہو تو وہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کسی حال میں بھی نہ کر سکیں گے جس کے نتیجہ میں دنیا و آخرت میں ناکامی ان کا مقدر ہو گی۔ اولاد کی بہتر تربیت میں ہی والدین اور بچے کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائیاں پوشیدہ ہیں۔ لاپرواہ والدین جو اپنی اولاد کی تربیت پر توجہ نہیں دیتے ان کے متعلق ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں "بچے قوم کا وجود اور مستقبل کے والدین ہیں۔ معاشرہ انہی سے تشکیل پاتا ہے جو معاشرہ جیسے بچوں کی تربیت کرے گا اسی طرح کے افراد اس معاشرے کا مرتب مواد ہوں گے۔ بچے کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک اسے ذمہ دار اور باشعور بنا دیتا ہے۔ اس کی اچھی تربیت اسے معاشرے کا اچھا فرد ثابت کرتی ہے۔"[6]

۲۔ ذمہ دار والدین۔ ذمہ دار والدین اولاد کی تربیت میں ہر اس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں جو معاشرہ میں ان کے لیے مفید ہو۔ تربیت کے عمل کا آغاز بچے کے اس دنیا میں آنے سے ہی شروع ہو جاتا ہے جیسے ہی بچہ اس دنیا میں آتا ہے تو اس کی پیدائش کے فوراً بعد مسلمان ہونے کے ناطے بچے کے کان میں آذان دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اسلامی نام رکھا جاتا ہے کیونکہ نام رکھنے کا عمل بھی دیگر کاموں کی طرح نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ نام کے بعد جب بچوں کی تعلیم و تربیت کا مرحلہ آتا ہے تو دین اسلام اس میں راہنمائی کرتے ہوئے واضح کرتا ہے کہ ماں کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہے۔ اسی تربیت پر بچے کی شخصیت پروان چڑھتی ہے۔ اخلاق کی جو تربیت ماں کی گود میں

ہوتی ہے اسی تربیت پر بچے کی سیرت کے بننے یا بگڑنے کا انحصار ہوتا ہے۔ بچے اپنی ماں کی گود سے جو تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں اس کی حیثیت پتھر پر لکیر جیسی ہوتی ہے۔ وہ علم ایسا مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے جو زندگی بھر تازہ رہتا ہے۔ اس حوالہ سے احمد خلیل جمعہ وضاحت کرتے ہیں "والدین کو چاہیے کہ بچوں سے ایسی محبت سے پرہیز واحتیاط کریں جو غلط جذبات و میلانات سے مخلوط ہو۔ نیز انہیں چاہیے کہ وہ بچوں کی بے جا تصرفات اور حرکات کے لیے اپنی پدری شفقت کی طغیانی سے پرہیز کریں تاکہ وہ ندامت اور پریشانی کے انجامِ بد سے بچ سکیں اور شرمندگی کے وقت سے نجات مل سکے۔"[7]

بچوں کی تعلیم و تربیت کے اسلامی اصول:۔

تربیت میں سب سے پہلا عمل اسلامی طور طریقے ہیں۔ بچے جو کہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں وہ شروع سے ہی اسلامی ماحول دیکھ کر خود سے ہی دینی رنگ میں ڈھل جاتے ہے لیکن کچھ اصول ایسے بھی ہیں جن کو مدِ نظر رکھ کر ہم بچے کی مزید اچھے سے اسلامی اصولوں پر پرورش کرسکتے ہیں۔ یہاں جن اصولوں کی وضاحت کی جارہی ہے ان کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے اور وہ اصول مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ عبادت الٰہی کی طرف رغبت۔ ۲۔ اولاد کے برابر حقوق۔ ۳۔ والدین کا اولاد سے حسن و سلوک۔ ۴۔ جزاو سزا۔ ۵۔ اسراف و بخل۔ ۶۔ جسمانی تربیت۔ ۷۔ مارپیٹ اور درگزر۔ ۸۔ بچوں کی تعلیم کا آغاز۔ ۹۔ نام رکھنا۔ ۱۰۔ اخلاق و کردار۔ ۱۱۔ احساس کمتری۔ ۱۲۔ قول و عمل میں سچائی۔ ۱۳۔ اولاد کا والدین سے تعلق۔ ۱۴۔ حوصلہ افزائی۔

بچوں کی گھریلو اور معاشرتی رہن سہن کی تربیت اور اثرات:۔

اندرون خانہ ملحوظ رکھے جانے والے عوامل سے مراد وہ عناصر ہیں جو بچہ کی پیدائش کے بعد گھر کے اندر ہی بچے کی تربیت کرنے والے عوامل ہیں۔ بچہ گھر میں اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو دیکھ کر بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اس میں چلنا پھرنا، بیٹھنا، بات چیت کرنا، حاجات کی ادائیگی، حسن سلوک، ہمدردی اور آپس کے تعلقات شامل ہیں۔ راقم اس حصہ میں ان سب عوامل اور ان کے اثرات کو وضاحت سے بیان کرے گا جو عوامل بچے کی شخصیت کو گھر میں بہتر بناتے ہیں ان میں کھانا کھانے کے آداب، طہارت و پاکیزگی اور حاجات کی ادائیگی ہے۔ حاجات کی ادائیگی سے متعلق مولانا ارشاد احمد فاروقی لکھتے ہیں "پیشاب کے زور لگنے سے پہلے غسل خانے میں جانا چاہیے۔ بعض بچے دوسرے کاموں میں لگ جاتے ہیں یا کھیلتے رہتے ہیں اور جب پاخانہ زور سے لگتا ہے تو بھاگتے ہوئے آتے ہیں جس سے بڑی تکلیف ہو جاتی ہے اور کپڑے بھی خراب ہو جاتے ہیں تو اس سے بچے اور والدہ دونوں کو تکلیف ہوی ہے اس لیے زور لگنے سے پہلے حاجت کی ادائیگی کرنی چاہیے۔"[8]

اس کے ساتھ ساتھ غسل خانے میں داخل اور خارج ہونے کے آداب، پکار اور اس کا جواب، کچھ بھی لینے یا دینے، کپڑے پہننے اور اتارنے کے آداب، جوتے پہننے اور اور اتارنے کے آداب اور گھر میں داخل یا خارج ہونے کے آداب شامل ہیں۔ بچوں کی تربیت پر گھر سے باہر جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم اور اثر انداز ہونے والا عمل بچوں کا دیگر بچوں یا بڑوں کے ساتھ تعلقات کا ہونا ہے۔ معاشرہ، معاشرتی ماحول اور بچوں کی تعلیم و تربیت میں ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ معاشرتی اثرات جیسے محلے کا ماحول، دوستوں کی صحبت اور عمومی معاشرتی رویے بچے کی شخصیت اور اخلاقی نشو و نما پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان سب چیزوں میں جو اہم اور سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والے عناصر ہیں ان صحبت سب سے پہلے ہے اور اسی سے متعلق سراج الدین ندوی لکھتے ہیں کہ "بچہ جب گھر کے ماحول سے باہر کی دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اس کے کردار پر سب سے زیادہ اثر اپنے ہم ساتھیوں کا پڑتا ہے۔ ساتھیوں کی ذہنیت اور پسندیدگی و ناپسندیدگی کا معیار ان کے رجحانات و میلانات بچے پر ضرور اثر ڈالتے ہیں۔ اپنے ہم عمروں ہی سے بچہ مختلف عادات و اطوار سیکھتا ہے۔[9] صحبت کے بعد راستے اور سواری کے آداب، مجالس میں شرکت، معاشرتی آداب، ہمسائیوں سے تعلقات، رشتہ داروں سے تعلقات شامل ہیں۔[10]

تعلیمی اداروں میں بچوں کے لیے تعلیمی ماحول اور اس کے اثرات:۔

تعلیمی اداروں میں بچوں کی تربیت ایک مجموعی عمل ہے جس میں نصاب، تدریسی حکمت عملی، اساتذہ کی راہنمائی، جسمانی سرگرمیاں اور اخلاقی تعلیم کا بھرپور کردار ہوتا ہے۔ ایک ایسا تعلیمی ماحول جہاں بچوں کو محبت و احترام کے ساتھ تربیت دی جاتی ہے جو ان کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ معتدل بچوں کی تربیت کے لیے ایک

مناسب ماحول فراہم کرنے کی ضرورت ہے جہاں وہ اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکیں اور اپنے اخلاقی و معاشرتی اصولوں کو اپنانے میں کامیاب ہو سکیں۔ ایک مثبت تعلیمی ماحول بچوں کی ذہنی نشوونما، جسمانی صحت اور اخلاقی ترقی میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور ان کے سلوک و کردار پر اثرات مرتب کرتا ہے۔

تعلیم وتربیت میں بنیادی عوامل اور ان کے اثرات:۔

تعلیمی اداروں میں بچوں کی تربیت ایک مجموعی عمل ہے جس میں نصاب، تدریسی حکمت عملی، اساتذہ کی راہنمائی، جسمانی سرگرمیاں اور اخلاقی تعلیم کا بھرپور کردار ہوتا ہے۔ ایک ایسا تعلیمی ماحول جہاں بچوں کو محبت و احترام کے ساتھ تربیت دی جاتی ہے جو ان کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ معتدل بچوں کی تربیت کے لیے ایک مناسب ماحول فراہم کرنے کی ضرورت ہے جہاں وہ اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکیں اور اپنے اخلاقی و معاشرتی اصولوں کو اپنانے میں کامیاب ہو سکیں۔ ایک مثبت تعلیمی ماحول بچوں کی ذہنی نشوونما، جسمانی صحت اور اخلاقی ترقی میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور ان کے سلوک و کردار پر اثرات مرتب کرتا ہے۔ باقاعدہ طور پر تعلیم کے حصول کے لیے کچھ بنیادی عناصر کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ ان ضروری عناصر کے بغیر نہ ہی تعلیم و تعلم کا ماحول بن سکتا ہے اور نہ ہی سیکھنے سکھانے کے عمل کا سوچا جا سکتا ہے۔ ان بنیادی عناصر میں یہ عناصر شامل ہیں: ۱۔ متعلم، ۲۔ معلم، ۳۔ تعلم، ۴۔ معاشرہ، ۵۔ تدریس، ۶۔ نصاب۔[11]

ان عناصر کے ساتھ بچوں کو تعلیم کے مقاصد سے آگاہی دینا بھی انتہائی ضروری ہے تاکہ وہ اچھائی اور برائی سے واقف ہو سکیں اور اس قابل ہوں کہ مسلمان ہونے کے ناطے بنیادی اسلامی تعلیمات سے واقف ہو سکیں۔ اس حوالہ سے فیصل احمد ندوی لکھتے ہیں: "اسلامی نقطہ نظر سے بچوں کو تعلیم دینے کے حوالہ سے جن چیزوں کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے ان میں توحید اور ارکانِ اسلام کی تعلیم، رسول اللہ ﷺ کی محبت اور سیرت نبوی ﷺ کی تعلیم، قرآن سکھانا، دعائیں سکھانا اور آداب و اخلاق کی تعلیم دینا ہے۔"[12] مقاصد تعلیم کے ساتھ والدین اور تعلیمی اداروں کی ذمہ داریاں، تعلیم اور اخلاقی تربیت، اساتذہ کے آداب سے واقفیت، طلب علم کے آداب اور دینی و دنیاوی تعلیم سے واقفیت دینا بچوں کو انتہائی ضروری ہے۔

والدین بچوں کو دینی علوم کی تعلیم لازم دلوائیں کیونکہ موجودہ دور میں لوگ جدیدیت کے چکر میں اسلامی تعلیمات سے دور ہو رہے ہیں۔ دینی علوم سے واقفیت اور دین اسلام کے فروغ کے لیے دینی علوم کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اسی بات کو مدِ نظر رکھ کر مولانا محمد رابع لکھتے ہیں: "مذہبی معاشروں میں مذہبی علم سے ابتداء کی جاتی ہے اور مذہب کی بنیادی کتاب کی حروف شناسی سے آغاز کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں قرآن مجید کی حروف شناسی کی تعلیم ہی مدرسہ کی تعلیم کا آغاز بنتی ہے۔ مذہب کے اثرات کی بتدریج کمی سے اب یہ سلسلہ کمزور ہو رہا ہے۔ قرآن مجید کے حروف شناسی کے بعد قرآن مجید ناظرہ پڑھایا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ایسے قصے اور واقعات بچوں کو بتائے اور پڑھائے جاتے ہیں جو مذہب کی تعلیمات اور روح سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔"[13]

خصوصی بچے اور ان کی تعلیم وتربیت میں والدین، معاشرہ اور تعلیمی اداروں کی ذمہ داریاں:۔

جو بچے وراثتی طور پر، کسی حادثے یا بیماری کی وجہ سے کسی جسمانی حصے سے محروم ہو جاتے ہیں انہیں خصوصی بچوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ معذوری میں بچے کسی جسمانی عضو سے محروم ہونے کے ساتھ دیگر مسائل کا شکار بھی ہوتے ہیں جس میں انہیں چلنے پھرنے، دیکھنے، سننے یا بولنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ علم کے حصول کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ذرائع پانچ قسم کے ہیں۔ اور انہی پانچ قسم کے علوم میں یہ خصوصی بچے بھی آتے ہیں جن کی تعلیم وتربیت سے متعلق اس فصل میں راقم بحث کرے گا۔ وہ پانچ علوم یہ ہیں: ۱۔ باصرہ (دیکھنا)۔ ۲۔ سامعہ (سننا)۔ ۳۔ لامسہ (چھونا)۔ ۴۔ شامہ (سونگنا)۔ ۵۔ ذائقہ (چکھنا)۔"[14] خصوصی بچے جن کا تذکرہ اس مقالہ میں ہو گا ان کی چار اقسام یہ ہیں: ۱۔ قوت بینائی سے محروم بچے۔ ۲۔ قوت سماعت سے محروم بچے۔ ۳۔ قوت گویائی سے محروم بچے۔ ۴۔ جسمانی طور پر معذور بچے۔ یہ وہ بچے ہیں جو سننے، دیکھنے، بولنے جیسی حس سے محروم اور ذہنی طور پر تندرست نہیں ہوتے۔ ایسے افراد معاشرہ میں جسمانی اور ذہنی طور پر اپاہج ہوتے ہیں۔ اِن لوگوں کو اُن کے اصل ناموں کی بجائے اُن کی بیماری والے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔[15]

CC BY

قرآن مجید اور خصوصی افراد:۔ خصوصی افراد کو عزت، ہمدردی اور مساوات کے اصولوں کے تحت دیکھا گیا ہے۔ قرآن معذور افراد کو معاشرتی و دینی زندگی سے باہر نہیں نکالتا بلکہ ان کے لیے رعایتیں اور احترام کے اصول وضع کرتا ہے۔ معاشرہ میں عام لوگوں کی طرح ان افراد کو بھی عزت دی ہے جو کسی معذوری کا شکار ہیں۔ خصوصی افراد کا معاشرہ میں کہیں بھی کسی جگہ جہاں لوگوں کا ہجوم ہو وہاں ان کی عزتِ نفس کا خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح زندگی کے دیگر معاملات میں بھی ان خاص افراد کا خیال رکھا گیا ہے سورۃ الفتح میں بیان ہے:﴿لَّيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ١٧﴾[16]

احادیث نبویہ اور خصوصی افراد:۔ رسول اللہ ﷺ نے دین کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کے فروغ میں بھی محنت کی۔ اخلاق کسی بھی اچھے معاشرے کی تخلیق میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی انہی اخلاقی اور معاشرتی تعلیمات میں ہمیں درس دیا گیا ہے کہ ان افراد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کیا جائے جو جسمانی طور پر کمزور یا معذور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کا خصوصی افراد کے لیے صبر اور اس صبر پر اجر کا ذکر کچھ یوں کیا گیا ہے:"يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ قَالَ:" إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ۔"[17]

ابتداء اسلام میں خصوصی افراد کی تربیت:۔

وہ خصوصی افراد بہت خوش قسمت تھے جو باقاعدہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہے اور آپ ﷺ نے ان کی تربیت فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے شاگردوں یعنی صحابہ کرامؓ نے بھی اسی طرز پر خصوصی افراد کا خیال رکھا۔ آپ ﷺ نے خصوصی افراد یعنی جو صحابہ کرامؓ معذور تھے ان کی صرف تربیت اور اصلاح ہی نہیں کی بلکہ انہیں کچھ ذمہ داریاں بھی دیں۔ یہ ذمہ داریاں اس بات کی عکاسی کرتی ہیں کہ اگر خصوصی افراد کی تعلیم و تربیت اچھے ماحول میں ہو تو ان کو سدھارا جا سکتا ہے۔ اگر کسی فرد میں کوئی جسمانی کمزوری ہو تو دماغی طور پر اللہ تعالیٰ انہیں دوسرے افراد سے ممتاز رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے معذور صحابہؓ کو جو ذمہ داریاں سونپی ان کے بارے طارق خان لکھتے ہیں: حضرت عبد اللہ ابن ام مکتومؓ صحابی کو جو کہ نابینا تھے انہیں رسول اللہ ﷺ نے مؤذن بنایا اور نمازیوں کی امامت کی ذمہ داری سونپی۔ انہیں دینی تعلیم کا معلم بنایا۔ حضرت عتبان بن مالکؓ انصاری صحابی جو کہ نابینا تھے انہیں انہی کی قوم میں امامت کی ذمہ داری سونپی گئی۔[18]

خصوصی بچوں کی تعلیم و تربیت میں والدین اور معاشرہ کا رویہ و ذمہ داریاں:۔

والدین اور خصوصی بچے: والدین بچوں کی پرورش اللہ کے حکم سے کرتے ہیں لیکن کچھ والدین ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی اولاد نصیب ہوتی ہے جو کسی نہ کسی جسمانی معذوری کو ساتھ لے کر اس دنیا میں آتی ہے۔ اُن والدین کے لیے خصوصی بچوں کو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔ وہ ہر طرح سے نارمل یا معتدل بچوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا اور دیگر ضروریات زندگی کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ ان خصوصی بچوں میں کچھ ایسے بچے ہوتے ہیں جو سن نہیں سکتے، بول نہیں سکتے، دیکھ نہیں سکتے اور کچھ بچے کسی نہ کسی جسمانی عضو سے محروم ہوتے ہیں۔ یہ جسمانی نقائص پیدائشی ہی نہیں ہوتے بلکہ بعد میں بھی ہو سکتے ہیں۔ ایسے بچوں کو سنبھالنا اور تعلیم و تربیت کرنا ان کی معذوری کو پیشِ نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان بچوں کو قبول کریں، صبر سے کام لیں اور ان کی روحانی و اخلاقی تربیت کریں۔ روحانی اور اخلاقی تربیت کے حوالہ سے انصار زبیر محمدی لکھتے ہیں: بچوں کے اندر صفائی ستھرائی کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ناخن کاٹنے چاہیے۔ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے چاہئیں۔ پاخانہ کے بعد شرم گاہ کو پانی یا ٹشو پیپر سے صاف کرنا چاہیے تاکہ نماز باقاعدگی سے پڑھ سکیں اور گندگی و ناپاکی سے دور رہیں۔[19]

والدین سب سے پہلے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں اور ان کے ساتھ رویہ مخلصانہ اور ہمدردانہ رکھیں۔ خصوصی بچے کو باعزت زندگی دینے میں سب سے پہلا اور بنیادی کردار والدین کا ہوتا ہے۔ جب والدین ان بچوں کو محبت و شفقت کے ساتھ قبول کرتے ہیں اور ان کی پوشیدہ صلاحیتوں کو ابھارتے ہیں۔

خصوصی بچے اور معاشرہ: بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں جہاں والدین اہم کردار ادا کرتے ہیں وہیں معاشرہ بھی اپنی ذمہ داریاں ادا کرتا ہے۔ بچے گھر میں ایک مخصوص وقت تک رہتے ہیں اور گھر میں والدین کے زیر سایہ ابتدائی معلومات حاصل کرتے ہیں۔ جب ایک مخصوص وقت گزرتا ہے تو بچے گھر سے باہر نکل کر معاشرے

میں اپنی شناخت بناتے ہیں۔ معذور بچے معاشرے میں اُس طرح گھل مل نہیں سکتے جس طرح عام بچے معاشرے کا حصہ بنتے ہیں۔ معذور بچوں کی تعلیم و تربیت میں جہاں والدین اور اساتذہ کا کردار اہم ہے وہیں معاشرے کی مجموعی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ معاشرہ ایک ایسا ماحول فراہم کر سکتا ہے جہاں خصوصی بچے اپنے خوابوں کی تعبیر کو ممکن بناسکتے ہیں اور عزت و وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کے ہنر سیکھتے ہیں۔ خصوصی افراد کو معاشرہ میں بسنے والوں سے جس قدر مدد اور راہنمائی درکار ہوتی ہے اس کو مدِ نظر رکھ کر معتدل اور خصوصی بچوں کا فرق مظہر صدیقی یوں بیان کرتے ہیں: معتدل افراد وہ ہیں جن کی قدرتی صلاحیتیں زیادہ متاثر نہیں ہوتیں اور وہ اپنے معمول کے کام اور ذمہ داریاں جیسے کھانا، پینا، لباس بدلنا، رفع حاجت، چلنا، پھرنا اور اچھے بُرے کی تمیز کر سکتے ہیں۔ اسی طرح خصوصی بچوں کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں۔ وہ اپنے روزمرہ کے کام ذاتی طور پر ادا نہیں کر سکتے اور انہیں کسی کی مدد کی ضرورت ہو تو انہیں نارمل افراد کی فہرست سے نکال دیا جاتا ہے۔ اس صورت میں انہیں ابنارمل یا خصوصی بچوں کی فہرست میں ڈال دیا جاتا ہے۔[20]

خصوصی بچوں کے تعلیمی اداروں کا نظامِ تعلیم و تربیت:۔

والدین خصوصی بچوں کی تعلیم کے لیے راضی ہونے کے ساتھ معذور بچوں کے متعلقہ اداروں میں ان کا داخلہ کرواتے ہیں۔ خصوصی بچے خاص توجہ، سہولیات اور تدریسی حکمت عملی کی وجہ سے تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ اِن بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے قائم ادارے نہ صرف اُن کی علمی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں بلکہ ان کی نفسیاتی، جسمانی اور معاشرتی نشوونما پر بھی خصوصی توجہ دیتے ہیں۔[21] یہ تعلیمی ادارے معیاری نصاب، تربیت یافتہ اساتذہ اور مختلف تھراپیز کے ذریعے بچوں کی مخصوص کمزوریوں پر قابو پانے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ تعلیم کے اِن اداروں میں انفرادی تدریسی منصوبہ بندی، عملی مشقیں، اور جذباتی تعاون شامل ہوتا ہے جو بچوں کو سیکھنے، سمجھنے اور معاشرے میں اپنی جگہ بنانے کے قابل بناتا ہے۔

۱۔ تعلیمی ادارے:۔ بچے چاہے معتدل ہوں یا معذور تعلیم ان کا بنیادی حق ہے۔ اسی حق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خصوصی بچوں کے والدین زندگی کی دیگر سہولتیں فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کو تعلیم فراہم کرنے کے لیے اداروں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پاکستان میں اس وقت خصوصی بچوں کے لیے سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی ادارے اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اُن میں سے کچھ ایسے ادارے ہیں جو پاکستان بننے کے ساتھ ہی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور کچھ ادارے وقت کے ساتھ ساتھ وجود میں آئے۔ ابتدائی ادارے جو پاکستان میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان میں سے دو معروف ادارے موجود ہیں جن میں سے ایک لاہور اور دوسرا ادارہ کراچی میں ہے۔ اُن اداروں کے بارے غلام فاروق بیان کرتے ہیں: "پاکستان کے قدیم ترین خصوصی ادارے جو کہ ۱۹۴۷ء سے پاکستان میں بین الاقوامی معیار کے مطابق خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

"[22]1.Ida Rieu Centre for Disabled, Karachi,2.Emerson School for Blind, Lahore,3.Emerson School for Deaf, Lahore.

۲۔ تعلیمی طریقہ کار:۔ عام بچوں اور معذور بچوں کے تعلیمی طریقہ کار میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔ معذور بچے اپنی صلاحیتوں، ضروریات اور سیکھنے کے عمل میں عام بچوں سے بہت زیادہ حد تک مختلف ہوتے ہیں۔ عام بچے ایک نارمل ماحول میں رہ کر پڑھنا، لکھنا اور ہنر سیکھتے ہیں لیکن معذور بچے اپنی معذوری کی نوعیت سے سیکھتے ہیں۔ نابینا، بہرے، گونگے اور جسمانی معذوری کے شکار بچوں کو ان کی معذوری کے حساب سے آلات اور نصاب فراہم کیا جاتا ہے۔ خصوصی بچوں کے تعلیمی طریقہ کار کے بارے محمد موسیٰ ملک لکھتے ہیں: خصوصی بچے کی تعلیم، یاداشت، معلوماتی، سماجی اور اخلاقی کردار کی تربیت کرتے ہوئے بچے میں سیکھنے کی رغبت پیدا کرتا ہے۔ ان تمام مقاصد کے لیے ضروری ہے کہ معلم میں استقلال ہو کیونکہ پسماندہ بچے میں نارمل بچوں کی نسبت سیکھنے کا عمل سست ہوتا ہے۔ اس لیے ان بچوں کو سکھاتے ہوئے صبر و تحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔[23]

۳۔ تعلیمی اداروں کے مقاصد: خصوصی بچوں کے تعلیمی ادارے باقاعدہ نصاب اور اساتذہ پر مشتمل ہوتے ہیں جو اپنے مقاصد کو مدِ نظر رکھ کر بچوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ جس طرح نارمل بچے تعلیمی اداروں میں داخلہ کے بعد باقاعدہ نصاب اور اساتذہ کی زیرِ نگرانی تعلیم حاصل کرتے ہیں خصوصی بچوں کا بھی طریقہ تعلیم اسی طرح ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بچے دین اسلام کی بنیادوں سے واقفیت کے ساتھ دنیا و آخرت کی بھلائیاں بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ اس حوالہ سے ماہر تعلیم منور لکھتے ہیں:

تعلیم کا مقصد قربِ الٰہی اور معرفتِ الٰہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دینی علوم کو بلند مرتبہ حاصل ہے۔[24] تعلیم جب خصوصی افراد کی اخلاق اور اجتماعی زندگی کو بہتر بنائے گی تو ان افراد کی کمزوریاں بھی ختم ہو جائیں گی کیونکہ اخلاق کے ذریعہ ہی دوسروں کو اپنے ساتھ مانوس کیا جاسکتا ہے۔ اس مناسبت سے مولانا صدر الدین اصلاحی بیان کرتے ہیں کہ دین حنیف افراد کو منفرد بنانے کے ساتھ انہیں معاشرے کے لیے فائدہ مند شخصیت کے طور پر سامنے لاتا ہے۔ تعلیم کے حصول کے مقاصد بھی یہی ہیں کہ فرد اپنی انفرادیت اور اجتماعیت کو برقرار رکھے۔[25]

۴۔ نفسیاتی مسائل:۔ خصوصی بچے بھی عام بچوں کی طرح جذبات رکھتے ہیں۔ ان میں بھی خوشی، غمی، غصہ اور خواہشات کا حصول ہوتا ہے جسے وہ الفاظ میں یا مخصوص طریقہ سے ظاہر کرتے ہیں۔ وہ خوشی کے موقع پر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور جب غمی آتی ہے تو بین کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ہوش و حواس کھو دیتے ہیں اِس میں والدین کو چاہیے کہ اُن کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے ضروریات کو پورا کریں کیونکہ معذور بچے نفسیاتی اعتبار سے بہت حساس ہوتے ہیں۔[26] اُن کے نفسیاتی مسائل کا خاتمہ کیا جانا چاہیے اور اُن میں اچھی عادات کو پروان چڑھایا جائے۔ بچوں کی نفسیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے روبینہ اعوان لکھتی ہیں: خصوصی بچے اپنی پسماندگی کی وجہ سے کئی قسم کی نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ نفسیاتی الجھنیں اُن افراد کے لیے اور بہت سے مسائل کو جنم دیتی ہیں جیسا کہ یہ عام بچوں کی نسبت زیادہ جھگڑالو ہو جاتے ہیں۔ اُن میں اعتماد کی کمی آجاتی ہے اور یہ بچے تنہائی کا شکا ہو جاتے ہیں۔ یہ اپنے مستقبل کے لیے پریشان ہو جاتے ہیں۔ خصوصی تعلیمی اداروں میں اِن کی تربیت کا مقصد اُن تمام نفسیاتی مسائل کا خاتمہ ہے تاکہ یہ بھی عام افراد کی طرح معاشرے میں زندگی گزار سکیں۔"[27]

موجودہ دور میں بچے نفسیاتی مسائل کے پہلے کی نسبت زیادہ شکار ہیں اور اسی وجہ سے والدین معذور نفسیاتی مسائل کا شکار بچوں کو ماہرین کے پاس لے جا کر ان کا علاج معالجہ کراتے ہیں۔ ڈاکٹر عبد الرؤف لکھتے ہیں: "اب بچوں کی راہنمائی اور دیکھ بھال کو کافی اہمیت دی جانے لگی ہے۔ مدرسہ کالج اور یونیورسٹی کے مختلف مدارج میں طلبہ کی نفسیاتی راہنمائی کو اولیت دی جارہی ہے۔ اسی سلسلہ کی مختلف اصلاحات کو اگر صحیح طریقہ سے عملی جامہ پہنایا جائے تو حالات کافی حد تک سدھر سکتے ہیں۔ والدین، اساتذہ اور معاشرتی کارکن متحدہ کوشش کریں تو ہمارے بچے علم و ادب اور تہذیب و تمدن سے صحیح طور پر مستفیض ہو سکتے ہیں۔"[28]

۵۔ سماعت سے محروم افراد کا طریقہ تعلیم:۔ اشارتی طریقہ تعلیم ایسے بچوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو سننے اور بولنے سے قاصر ہوں۔ ایسے بچے آواز سن نہیں سکتے اور بول بھی نہیں سکتے تو ان کا اپنے جذبات، خیالات اور ضروریات کا اظہار کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ وہ اپنی ضروریات کو بیان کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ ایسے بچے جو سن یا بول نہیں سکتے لیکن دیکھ سکتے ہیں اور ان کے جسمانی اعضاء بہتر طریقہ سے کام کرتے ہیں ان کے لیے ایک خاص زبان متعارف کی گئی ہے جسے اشارتی زبان کہا جاتا ہے۔ اس اشارتی زبان کے آغاز اور استعمال سے متعلق ہیویٹ فرانک لکھتے ہیں:

> This method was first used by Mr. L. Appy in 1860 in his school in Paris for the " education of hearing-impaired children. Later his student L. Scard sustained to this school and continued the sign language method in this school. The first school for underprivileged children in America was established in 1871. In this school, the natural signs used in America were used in the education process along with the L.A. sign [29]" language later became the basis of today's sign language. language, and this

جو بچے سن یا بول نہیں سکتے انہیں مختلف طریقے استعمال کر کے اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ بقیہ سماعت کو بحال رکھ سکتے ہیں۔ اُن طریقوں کو کس طرح استعمال کرنا ہے اس بارے فریڈ پی سلور اس طرح بیان کرتے ہیں کہ استاد پڑھاتے وقت بولنے کے ساتھ ساتھ اشاروں کا استعمال کرے۔ اس سے استاد کے کمرہ جماعت میں دیگر اشاروں کے ساتھ چہرے کے تاثرات بھی شامل ہوتے ہیں۔ معلم اس طریقہ تدریس میں بچے کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ بچہ بھی استاد کی طرف توجہ کرتا ہے۔ سماعت سے محروم بچہ ایک ہی وقت میں اشاروں کو سمجھنا، بقیہ موجود سماعت کو استعمال کرنا اور گفتار یعنی تین طریقے سیکھ رہا ہوتا ہے۔[30]

۶۔ بصارت سے محروم افراد کا طریقہ تعلیم:۔ داخلہ کے بعد بچوں کی تعلیمی ادارے میں جو تربیت اور آلات استعمال کیئے جاتے ہیں ان کی وضاحت راقم بیان کرے گا۔ جو آلات نابینا بچوں کی تعلیم میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں وہ آلات اور ان کے کام کرنے کے انداز کی مختصر وضاحت مقالہ نگار بیان کر رہا ہے جو کہ یہ ہیں:

ا۔ بریل تحریری مشین: یہ وہ آلہ ہے جو الفاظ کو ایک خاص قسم کے ابھار کے ساتھ پیش کرتا ہے جسے بچے ہاتھ پھیر کر پڑھتے ہیں۔ اس مشین کی مدد سے نابینا افراد مختصر تحریریں، نمبر زاور اپنی ضرورت کے مطابق الفاظ لکھے جاسکتے ہیں۔ اس مشین کی ساخت کے بارے کارج میجر لکھتے ہیں یہ مشین برطانیہ میں بنائی گئی اور اس کا پینده چپٹا

تھا۔ یہ چھ چابیوں پر مشتمل ہوتی ہے اور ایک میز پر رکھ کر استعمال کی جاتی ہے۔ اس میں ایک سپیس بار ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے لائن بنائی جاتی ہے۔ اس پر جو بریل بنتی ہے وہ نقطوں کی صورت میں ابھری ہوتی ہے۔ ان الفاظ کو پڑھنے کے لیے مشین سے علیحدہ کر کے پڑھا جاتا ہے۔[31]

۲۔ پارکن بریل:۔ یہ جدید طرز کا ٹائپ رائٹر ہوتا ہے جو بریل تحریری مشین کی طرح کام کرتا ہے لیکن اُن دونوں مشینوں میں ایک فرق ہوتا ہے۔ جب پارکن بریل مشین سے کچھ الفاظ پڑھنے مقصود ہوں تو ان کو بریل تحریری مشین کی طرح مشین سے نہیں نکالنا پڑتا بلکہ نکالے بغیر ہی الفاظ پڑھ لیے جاتے ہیں۔[32]

۳۔ ہینڈ رائٹنگ گائیڈز:۔ بصارت سے محروم افراد بھی ان لوگوں کی طرح جو دیکھنے کی نعمت رکھتے ہیں خواہش کرتے ہیں کہ ہم بھی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھ سکیں۔ ان تحریروں کا تعلق خط و کتابت سے بھی ہو سکتا ہے اور مختلف تعلیمی تحریریں لکھنے سے بھی۔ یہ ایسے نابینا افراد ہوتے ہیں جو شروع میں تو دیکھنے کی حس رکھتے ہیں لیکن بعد میں کسی بھی وجہ سے ان کی بصارت نہیں رہتی لیکن لکھنے کی خواہش ہوتی ہے۔ ایسے افراد ہی ہینڈ رائٹنگ گائیڈز کے استعمال کرنے کے شوقین ہوتے ہیں۔ ان افراد کی خواہش کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انہیں اس قابل رکھا جاتا ہے کہ وہ اپنے اس شوق کو برقرار رکھ سکیں۔

۴۔ اشیاء کو بڑا کرنے والے آلات:۔ یہ آلات ان افراد کے لیے بنائے جاتے ہیں جو بصارت سے مکمل طور محروم نہیں ہوتے بلکہ جن میں کچھ نہ کچھ دیکھنے کی صلاحیت باقی ہوتی ہے۔ اس میں استعمال ہونے والے آلہ سے متعلق محمد موسیٰ ملک لکھتے ہیں: ان میں اشیاء بڑی کر کے دکھانے والے آلات ہوتے ہیں جو روشنی اور اس کے تضادی ماحول کو بہتر بناتے ہیں یہ دور کی نظر کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو فریم میں ایڈجیسٹ کر کے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان کا معذور افراد کے کام کی نوعیت کے مطابق انتخاب کیا جاتا ہے۔[33]

تربیتِ اولاد اور اس پر ٹیکنالوجی کے اثرات:۔

موجودہ دور ترقی اور مصروفیات کا دور ہے جہاں والدین اپنی مصروفیات میں اس قدر مگن ہیں کہ ان کے لیے بچوں کی تربیت کے لیے وقت نکالنا بہت مشکل ہے۔ والدین بچوں کی تربیت کے لیے اگر وقت نکالیں گے اور ایسے آلات سے بچوں کو دور رکھیں گے جو ان کے لیے نقصان دہ ہیں تو اس کے نتیجہ میں مثبت اثرات سامنے آئیں گے اور والدین کے ساتھ ساتھ افرادِ معاشرہ کو بھی فائدہ پہنچائیں گے۔ اگر اس کے برعکس والدین بچوں پر توجہ نہ دیں گے تو بچوں کے ساتھ ساتھ والدین اور افرادِ معاشرہ تربیت نہ کرنے کا خمیازہ بھگتیں گے۔ والدین سوشل میڈیا کے فوائد اور نقصانات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بچوں کو ان کے استعمال کی اجازت دیں تاکہ مستقبل میں ہونے والے کسی بھی نقصان سے بچا جا سکے۔

نابالغ افراد کی سوشل میڈیا سے وابستگی اور معاشرہ پر ان کے اثرات (منفی اور مثبت):۔

سوشل میڈیا کے وہ ذرائع جو نابالغ افراد کو بے راہ روی کا شکار کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں جس کی وجہ سے بچے اپنی دماغی صحت کو خراب کر بیٹھے ہیں۔ بچے جن ایپس کا استعمال زیادہ کر رہے ہیں ان میں سے فیس بک، واٹس ایپ، انسٹاگرام، ٹک ٹاک اور یوٹیوب سرفہرست ہیں۔

منفی اثرات: جدید ٹیکنالوجی نے جہاں دنیا کو آپس میں جوڑ کر دوریاں ختم کر دیں تو اُنہی فوائد کے ساتھ نقصانات کا بھی ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سوشل میڈیا لوگوں کو آپس میں جوڑنے کا بہت مناسب ذریعہ ہے۔ اگر اس کے نقصانات کو دیکھا جائے تو بچے سوشل میڈیا کے مسلسل استعمال سے بے راہ روی کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان میں شرم و حیاء کا خاتمہ اور گانے بجانے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ موجودہ دور میں شادیوں پر جس طرح کے گانے اور ماحول ہوتا ہے اس سے متعلق انصار زبیر محمدی لکھتے ہیں: آج کل شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے انعقاد پر پیش کیئے جانے والے گانے اور ریڈیو و ٹیلی وژن پر نشر کیئے جانے والے بیشتر گانے عشق

و محبت، بوس و کنار، محبوب سے ملاقات، معشوق کے جسم و چہرہ اور خدوخال کے تذکرے کے علاوہ جنسی معاملات سے بھرپور ہوتے ہیں۔ اُن گانوں کی وجہ سے نابالغ افراد کے جذبات ابھرتے ہیں اور جوشِ جوانی طوفان مچلنے لگتا ہے جس کی وجہ سے فاشی کے سیلاب میں بہنے لگتے ہیں۔[34]

گانے بجانے کے ساتھ ساتھ غیر اخلاقی لباس کی تشہیر، حسب نسب کا بدلنا، جھوٹ کا عام ہونا، محرم اور نامحرم کے فرق کا خاتمہ، مشابہت اختیار کرنا اور بے حیائی کا فروغ ہونے لگا ہے۔ اسی طرح **مثبت اثرات** میں معلومات کی فراہمی معلومات کے جدید ذرائع سے واقفیت، رابطے میں آسانی اور کاروبار کے جدید مواقع شامل ہیں۔ وجودہ دور میں جہاں زندگی کے دیگر شعبوں میں سوشل میڈیا نے اپنا لوہا منوایا ہے وہیں کاروبار کرنے کو بھی آسان بنادیا ہے۔ آن لائن کاروبار ایک ایسا کمائی کا ذریعہ ہے جس میں لوگ گھر بیٹھ کر مہینے کی اچھی خاصی رقم کما سکتے ہیں۔ اس میں مرد وزن دونوں شامل ہیں۔ وہ خواتین جو گھر سے باہر نکل کمانے سے قاصر تھیں وہ بھی ان ایپس کی مدد سے گھر بیٹھ کر اس قدر کمار ہی ہیں جس سے ان کی ضروریات زندگی پوری ہو رہی ہیں۔

جدید ٹیکنالوجی اور نسلِ نو پر اس کے اثرات ایک جائزہ (منفی اور مثبت):۔

منفی اثرات:۔ سوشل میڈیا موجودہ دور میں نئی نسل کے لیے ضروری ہو چکا ہے اور اس کے بغیر گزارہ نہ ممکن نظر آتا ہے۔ یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس میں بچوں کے لیے فوائد کی نسبت نقصانات زیادہ ہیں۔ اس کے نئی نسل پر منفی اثرات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر والدین اس کے بارے مکمل جانکاری حاصل کر لیں تو بچوں کو اس کے قریب سے بھی نہ گزرنے دیں۔ موجودہ دور میں سماجی رابطہ کار ایپس ایک نشے کی صورت اختیار کر چکی ہیں اور کوئی بھی فرد اس نشے سے بچ نہیں سکتا۔ اس میں مرد عورت، بچے اور بزرگ سب شامل ہیں۔ ان منفی اثرات میں بچوں کی ذہن سازی کا کردار سب سے زیادہ ہے جو مثبت کی بجائے منفی اثرات زیادہ رکھتا ہے۔ بعض اوقات بچوں کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اس حوالہ سے ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار لکھتے ہیں:۔ جنسی جذبات بھڑکانے والی چیزیں جیسے گندی فلمیں، فحش و عریانی والا لٹریچر، برہنہ تصاویر جو ذہنی پراگندی اور حافظہ ختم کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں اور دل و دماغ کو ماؤف کرتی ہیں۔ لہٰذا مربیوں کو تعلیمی ذمہ داری، فکری ذہن سازی اور عقل کی صحت کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ اللہ جل شانہ کے یہاں اپنے فرائض سے سبکدوش ہو سکیں، آخرت کی مسئولیت اور شرمندگی سے بچیں اور دنیا و آخرت کی سرخروئی نصیب ہو۔[35]

ذہن سازی کے ساتھ ساتھ بچے عیش و عشرت کے دلدادہ ہو رہے ہیں اور ان کی صحبت اچھے لوگوں کی نسبت بُرے لوگوں کے ساتھ زیادہ ہے۔ فیشن پرستی میں لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ چھوٹے بڑے کا لحاظ ختم ہو رہا ہے اور سوشل میڈیا کا استعمال نشہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اس بارے میں تو علماء بھی اجازت دیتے ہیں کہ بچوں کو دینی اور عصری تعلیم دیں تاکہ بچے دنیاداری کو سمجھ کر دین کی خدمت کریں اور سوشل میڈیا جیسے نشے سے بچ سکیں۔ اس حوالہ سے ڈاکٹر حافظ حقانی میاں لکھتے ہیں: "کچھ ایسے مشورے جو دینی مدارس کو دیئے گئے ہیں اور ان پر تقریباً عمل بھی ہو رہا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ انگریزی زبان کی تعلیم دی جائے۔ ۲۔ حالاتِ حاضرہ سے باخبر علماء پیدا کیے جائیں۔ ۳۔ سائنس کے علم کے بغیر علماء حیات و کائنات کو نہیں سمجھ سکتے۔ ۴۔ تعلیم کا سلسلہ روزگار سے جوڑا جانا چاہیے تاکہ صنعتی و تکنیکی تعلیم کا انتظام ہو سکے۔"[36]

مثبت اثرات: سوشل میڈیا ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں بچوں کے لیے منفی اثرات ہیں وہیں اس کے کچھ مثبت پہلو بھی ہیں۔ اگر مثبت پہلو کی بات کی جائے تو سب سے پہلے یہ بچوں کے علم کے حصول میں بہت زیادہ راہنمائی کرتا ہے۔ بچے اس میں بہت کچھ نیا سیکھتے ہیں۔ اگر اس کا مثبت استعمال کیا جائے تو بچے تعلیمی میدان میں حائل مشکلات جو اساتذہ یا والدین سے سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں وہ ان ایپس کے استعمال سے سیکھ سکتے ہیں۔ بچے مختلف ثقافتوں سے واقفیت حاصل کرتے ہیں تاکہ دنیا کے مختلف خطوں میں موجود لوگ جو ایک دوسرے سے تہذیب و ثقافت میں مختلف ہیں ان کے تہذیب و ثقافت کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ٹیکنالوجی اور ایپس کی مدد سے جدید علوم سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں۔ وہ تعلیمی اور معاشرتی مسائل کو جدید تقاضوں سے جوڑ کر ان کے حل نکال رہے ہیں۔

دینی اور عصری تعلیمی اداروں کی ٹیکنالوجی سے متعلق معاشرہ کی راہنمائی:۔

ٹیکنالوجی کو لے کر تعلیمی ادارے افرادِ معاشرہ کی راہنمائی کر رہے ہیں کہ وہ کس طرح سے اس کا مثبت استعمال کر سکتے ہیں۔ دینی مدارس جو دین اسلام کی تعلیمات کے فروغ میں کوشاں ہیں وہ بھی ٹیکنالوجی کو استعمال کر کے بچوں کو دینی علوم کے ساتھ ساتھ ٹیکنالوجی سے متعارف کروا رہے ہیں۔ اگر عصری تعلیمی داروں کی بات کی جائے تو اس میں سرکاری اور نجی دونوں قسم کے تعلیمی ادارے پہلی کلاس سے لے کر جامعات کی سطح تک بچوں کو کمپیوٹر سے واقفیت لازمی تعلیم کے طور پر دیتے ہیں۔ اساتذہ اور طلباء دونوں ٹیکنالوجی سے اپنی ضروریات کے مطابق فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ان مہارتوں کی وجہ سے تعلیمی اداروں نے جس طرح معاشرہ کی راہنمائی کی ہے اس وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔

جدید تعلیم کی اہمیت:۔ دین اسلام اپنے ماننے والوں کو ہر لمحہ وقت کے ساتھ چلنے کا کہتا ہے۔ آپ ﷺ پر وحی کے نزول کے ساتھ ہی علم کے حصول کی ہدایت کی گئی تھی تا کہ آپ ﷺ کے امتی علم حاصل کر کے معاشرہ میں دیگر مذاہب سے برتر ہوں۔ جدید علوم کے حصول کی مناسبت سے مولانا محمد شہاب الدین ندوی لکھتے ہیں: اسلام اصلاً دین وشریعت کا مجموعہ ہے۔ زمانوں کے تقاضوں کے اعتبار سے وہ عصری علوم وفنون سے اخذ واستفادہ کرنے کی بھی دعوت دیتا ہے تا کہ ان کے پیرو دین ودنیا دونوں کی سعادتوں سے متمتع ہو کر اقوامِ عالم کی امامت کا منصب وکردار بھی بخوبی ادا کر سکیں۔ نیز وہ دنیائے انسانیت کو خیر وشر کے صحیح اسلامی فلسفے سے روشناس کروا سکیں۔[37]

ٹیکنالوجی اور جدید معاشرتی تبدیلیاں: معاشرہ وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ اپنے اندر تبدیلیاں لاتا ہے لیکن اس میں تبدیلی لانے میں سب سے اہم کردار افرادِ معاشرہ ادا کرتے ہیں۔ اگر افرادِ معاشرہ خود کو جدید دنیا کے ساتھ منسلک کر کے آگے بڑھنا چاہتے ہوں تو ان کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اپنے معاشرے میں وہ تمام تبدیلیاں لائیں جو انہیں جدید دنیا کے ساتھ چلا سکیں۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو گا تو اس کے نتیجہ میں معاشرہ اور افرادِ معاشرہ دنیا کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے۔ ٹیکنالوجی اور معاشرتی تبدیلی میں بگاڑ کے حوالے سے جمشید عالم لکھتے ہیں: انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر پیش کیئے جانے والے فحش مناظر انفرادی خرابی کے ساتھ ساتھ معاشرے میں بگاڑ کا سبب بن رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے معاشرہ درہم برہم ہو جاتا ہے اور کم سن بچوں میں ابتداء ہی سے اخلاقی گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔[38]

ٹیکنالوجی کے حوالہ سے موجودہ دور میں تعلیمی اداروں کے اساتذہ کی باقاعدہ ٹیکنالوجی سے متعلقہ شعبوں میں تقرریاں کی جارہی ہیں اور اساتذہ خیر وشر سے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے افراد کو واقفیت دے رہے ہیں۔ اساتذہ تعلیمی اداروں میں رہ کر تعلیم کے ساتھ مختصر وقت میں بچوں کی تربیت پر بھی توجہ دیتے ہیں۔ جہاں اساتذہ دیکھتے ہیں کہ بچے غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث ہوں تو اُن کی اصلاح کرتے ہیں۔ بچوں کی پرورش میں اساتذہ والدین کی طرح اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث:۔

اس مضمون میں معتدل بچوں اور ان کی تعلیم وتربیت میں والدین، معاشرے اور تعلیمی اداروں کے کردار کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ تحقیق سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ بچے کسی بھی معاشرے کا قیمتی سرمایہ اور مستقبل کے معمار ہوتے ہیں، اس لیے ان کی جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی تربیت نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ معتدل بچوں سے مراد وہ بچے ہیں جو جسمانی طور پر صحت مند ہوں لیکن ذہنی صلاحیتوں اور استعداد کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ ان میں ذہین، متوسط اور کند ذہن بچے شامل ہیں جن کی ضروریات اور تربیتی تقاضے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ والدین بچے کی پہلی درسگاہ ہیں اور ان کے رویے، اخلاق، محبت، شفقت اور تربیتی انداز کا بچے کی شخصیت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ ذمہ دار والدین اپنی اولاد کی دینی، اخلاقی اور تعلیمی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے ہیں جبکہ لاپرواہ والدین بچوں کی شخصیت کی تعمیر میں مطلوبہ کردار ادا نہیں کر پاتے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اولاد کی تربیت والدین کی بنیادی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کی ادائیگی دنیا وآخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنتی ہے۔

تعلیمی ادارے بچوں کی فکری، اخلاقی اور سماجی نشوونما میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ مثبت تعلیمی ماحول، تربیت یافتہ اساتذہ، مؤثر نصاب اور مناسب تدریسی حکمتِ عملی بچوں میں اعتماد، اعتدال اور ذمہ داری کے اوصاف پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح خصوصی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے والدین، معاشرہ اور تعلیمی اداروں کی مشترکہ کاوشیں ناگزیر ہیں تاکہ انہیں باعزت اور خودمختار زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کیے جاسکیں۔ جدید ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا کے بچوں پر مرتب ہونے والے مثبت اور منفی اثرات کو بھی اجاگر کیا ہے۔ اگرچہ ٹیکنالوجی علم و معلومات تک رسائی اور تعلیمی ترقی کا مؤثر ذریعہ ہے، تاہم اس کے غیر محتاط استعمال سے اخلاقی، نفسیاتی اور معاشرتی مسائل پیدا ہوسکتے ہیں۔ والدین اور تعلیمی اداروں پر لازم ہے کہ وہ بچوں کی رہنمائی کریں اور انہیں ٹیکنالوجی کے مثبت استعمال کی طرف راغب کریں۔ مجموعی طور پر تحقیق اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ والدین، معاشرہ اور تعلیمی اداروں کے باہمی تعاون سے ہی معتدل، بااخلاق، باصلاحیت اور ذمہ دار نسل کی تعمیر ممکن ہے۔

تجاویز وسفارشات:۔

1۔ دینی مدارس، سکول، کالج اور مساجد میں عصرِ حاضر کی مناسبت سے بچوں کی تربیت اور اصلاح معاشرہ سے متعلق محافل اور سیمینارز کا انعقاد کروایا جائے۔

2۔ سوشل میڈیا پر غیر مہذب اور اخلاقیات کے خلاف مواد جو بچوں کی عمر اور تربیت پر منفی اثرات مرتب کر رہا ہو اس پر پابندی ہونی چاہیے۔

3۔ ایسے پروگرامز جن کی وجہ سے غیر مذہبی اقدار کا فروغ ہو اور بچوں کے دل و دماغ سے اسلام کی محبت کا خاتمہ کر کے دیگر مذاہب کی عقیدت شامل کی جائے ان نشر ہونے والے پروگرامز پر پابندی عائد ہو تاکہ بچے دین اسلام سے دور نہ ہو سکیں۔

4۔ خصوصی بچوں کے لیے ان کی معذوری کی مناسبت سے سہولیات کی فراہمی، تربیتی منصوبے اور تربیت یافتہ اساتذہ کا انتخاب والدین اور افرادِ معاشرہ کی ذمہ داری ہے جسے وہ اپنا فرض سمجھتے ہوئے ادا کریں۔

5۔ والدین اور افرادِ معاشرہ معذور افراد کے ساتھ تعاون کریں اور ان کی معذوری کی بجائے اصل ناموں سے پکاریں تاکہ وہ تذلیل سے بچ سکیں اور معاشرہ میں معذوری کے باوجود عزت کی زندگی بسر کر سکیں۔

6۔ والدین اس بات کے پابند ہوں کہ بچے ان کی موجودگی میں موبائل فون پر موجود ایپس کا استعمال کریں تاکہ وہ صحیح اور غلط کا فرق سمجھ سکیں۔

7۔ ٹیکنالوجی کے استعمال کا طریقہ والدین اور اساتذہ بچوں کو سکھائیں کہ ٹیکنالوجی کا مثبت استعمال ریسرچ، تعلیم اور تخلیقی کاموں کے لیے مخصوص ہے۔

Refrences:

[1]. The Qur'an, 37:100.
[2]. The Qur'an, 21:89.
[3]. The Qur'an, 3:38.
[4]. Khan, Naimat Ullah, and Najeeb Ullah Khan. "Domestic Etiquettes of Child Upbringing: A Research-Based Study in the Light of the Qur'an and Sunnah." *jihat-ul-islam* 18, no. 1 (2024): 84-101.
[5]. Muhammad ibn Isa al-Tirmidhi, *Sunan al-Tirmidhi* (Beirut: Dar al-Ta'sil, 2016), Kitab al-Birr wa al-Silah, Bab Ma Ja'a fi Adab al-Walad, Hadith no. 2076, 3:163.
[6]. Khalid Alavi, *Islam Mein Aulad ke Huquq* (Islamabad: Da'wah Academy, 2001), 33.
[7]. Ahmad Khalil Jumu'ah, *Aulad ki Tarbiyat Qur'an wa Hadith ki Roshni Mein* (Lahore: Bayt al-'Ulum, 2003), 29.
[8]. Irshad Ahmad Farooqi, *Bachon ke Islami Adab* (Karachi: Maktabah al-Saeed, June 2010), 59.
[9]. Siraj al-Din Nadwi, *Bachon ki Tarbiyat Kaise Karein?* (Lahore: Dar al-Iblagh Publishers, November 2001), 207.

[10]. Iqbal, Rubina, and Naimat Ullah Khan. "An Analytical Study of the Indicative Interpretation of the Objectives of the Qurʾān and Qurʾānic Coherence in Tafsīr Rūḥ al-Bayān." *AL-HAYAT Research Journal (AHRJ)* 2, no. 2 (2025): 407-412.
[11]. Mumtaz Ahmad, *Rahbar ʻIlm al-Taʻlim* (Lahore: Qureshi Brothers, 2014), 23.
[12]. Faisal Ahmad Nadwi Bhattkali, *Bachon ke Ahkam wa Masaʼil* (Lucknow: Idarah Ihya-e-ʻUlum wa Daʻwah, May 2011), 266.
[13]. Muhammad Rabiʻ Hasani Nadwi, *Samaj ki Taʻlim wa Tarbiyat* (Lucknow: Maktabah Islam, February 2004), 70–71.
[14]. Mumtaz Ahmad, *Rahbar ʻIlm al-Taʻlim*, 103.
[15]. Khan, Naimat Ullah, and Hafiz Iftikhar Ahmad. "Upbringing of Special Children: An Analytical Study of the Attitudes and Responsibilities of Parents and Society in the Light of Qur'anic Teachings." *AL-HAYAT Research Journal (AHRJ)* 2, no. 1 (2024): 94-101.
[16]. The Qur'an, 48:17.
[17]. Muhammad ibn Ismaʻil al-Bukhari, *Al-Jamiʻ al-Musnad al-Sahih al-Mukhtasar min Umur Rasul Allah ﷺ wa Sunanihi wa Ayyamihi* (Beirut: Dar al-Ta'sil, 2012), Kitab al-Marda, Bab Fadl Man Dhahaba Basaruhu, Hadith no. 5651, 7:334.
[18]. Tariq Khan, *Khususi Bachon ki Taʻlim wa Tarbiyat* (Lahore: Special Education Project Association, 1994), 28.
[19]. Ansar Zubair Muhammadi, *Bachon ki Tarbiyat Kaise Karein?* (Delhi: Maktabah Nawa-e-Islam, 1999), 73.
[20]. Mazhar Siddiqi, *Khususi Afrad ki Taʻlim wa Tarbiyat* (Lahore: Jadran Publications, 2003), 23.
[21]. Khan, Naimat Ullah, and Najeeb Ullah Khan. "URDU-An Analytical Study of the System of Education and Training for Special Children in the Light of Islamic Teachings." *Tanazur* 6, no. 3 (2025): 370-389.
[22]. Ghulam Farooq, *Tanazurat-e-Khususi Taʻlim* (Lahore: Majeed Book Depot, 2007), 26.
[23]. Muhammad Musa Malik and Shazia Rashid, *Muʻasharay Mein Khususi Afrad* (Lahore: Jadran Publishers, 2007), 151.
[24]. Munawwar, *Taʻlim wa Taʻallum* (Lahore: Sadiqah Publications, 1973), 7.
[25]. Sadr al-Din Islahi, *Islam Ek Nazar Mein* (Lahore: Islamic Publications, 1990), 52.
[26]. Khan, Naimat Ullah, Najeeb Ullah Khan, and Robina Iqbal. "Social Upbringing of Children and the Role of Parents: Study in the Light of Islamic Teachings." *Ma'arif-e-Auliya* 3, no. 4 (2025): 25-36.
[27]. Robina Mahmood Awan, *Zehni Pasmandah Bachon ki Taʻlimi wa Samaji Bahali* (Lahore: Majeed Book Depot, 2009), 476.
[28]. Abdul Rauf, *Bachon ki Nafsiyat* (Lahore: Ferozsons Limited, 1962), 27–28.
[29]. Hewet Frank M, Education of Exceptional Learner, London,1984, 335.
[30]. Fred, P Silver Man, Educating Children with Multiple Disablities, New York, Prentc Hall,432.
[31]. Corj, W. Meijer, New Prespective in Special Education, London,1994,201.
[32]. Khan, Naimat Ullah, Hafiz Bilal Ahmad, and Abdul Ghafoor. "A Multidimensional Study of Mountains in the Holy Qur'an: In the Perspective of Scientific Facts and Spiritual Insights." *Annual Methodological Archive Research Review* 4, no.5 (2026): 277-289.
[33]. Muhammad Musa Malik and Shazia Rashid, *Muʻasharay Mein Khususi Afrad*, 338.
[34]. Ansar Zubair Muhammadi, *Bachon ki Tarbiyat Kaise Karein?*, 106.
[35]. Muhammad Habibullah Mukhtar, *Mukhtasar Tarbiyat-e-Aulad aur Islam* (Karachi: Maktabah al-Habib, 1990), 113.
[36]. Hafiz Haqqani Mian, *Dini Madaris: Nisab wa Nizam-e-Taʻlim aur ʻAsri Taqazay* (Karachi: Fazli Sons Limited, July 2002), 272.
[37]. Muhammad Shahab al-Din Nadwi, *Islam aur Jadid Science* (Lahore: Maktabah Taʻmir-e-Insaniyat, 1993), 17.
[38]. Jamshed Alam Abdus Salam Salafi, *Muʻasharay Mein Phelay Fawahish: Ek Jaʼizah* (Siddharth Nagar, Uttar Pradesh, India: Maktabah al-Salam, December 2024), 215.